

## Kiye Ka Samar

[سچ ہے ہر انسان کو اپنے کیے کا ثمر ملتا ہے، جیسی نیت ویسی مراد لیکن ہم میں سے بہت سے انسان ایسے ہیں جو اپنے جذبات کے ہاتھوں کھلونا بن جاتے ہیں۔ نفس تو بلاشبہ شتر ہے مہار ہے، یہ ایک بے لگام گھوڑا اور جب تک عقل اس کو لگام نہیں ڈالتی، یہ انسان کو گناہ کی آتہ گہرائیوں میں گرا دیتا ہے۔ میں نے بھی اپنے جذبات کو مقدم جانا اور نفس کے ہاتھوں ایسی جلی کہ جل کر راکھ ہو گئی۔ اس جلے ہوئے سیاہ اور بد صورت جسم میں اگر روح توانا اور اجلی ہوتی تو یہ بد صورتی شاید دنیا کے لئے نہ سہی، خود میری ذات کے لئے تو قابل برداشت ہو جاتی لیکن جسم کی اس اذیت سے زیادہ تکلیف میں میری روح کراہتی رہی ہے، اس کی کراہ کوئی نہیں سن سکتا۔ میں جس عذاب میں گرفتار ہوئی، یہ اس عذاب سے تو بہت ہی کم ہے جو مجھ جیسی بے وفاعورتیں اپنے باوفا جیوں ساتھی کی جھولی میں ڈال دیتی ہیں۔ صرف اپنے لمحاتی سکھ کو پانے کے لئے میں نے بھی اپنے بے حد چاہنے والے شوہر کے ساتھ ایسا ہی ظلم کیا تھا۔ طاہر نے مجھ سے بڑی چاہت سے شادی کی۔ اس نے مال و دولت، پیار محبت سبھی کچھ میرے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ مجھے پا کر وہ دنیا کے سب رشتوں کو بھلا بیٹھا تھا۔ اپنوں، دوستوں سبھی کے پیار کو پس پشت ڈال کر بس اک میرے سوا ان کو کسی کی بھی چاہت نہ رہی تھی۔ طاہر کہا کرتے تھے۔ شہنشاہ! تمہارا دل میری پناہ ہے اور تمہارا قرب میری زندگی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ تمہارے بغیر میں خود کو کیا محسوس کرتا ہوں۔ لگتا ہے کہ اگر تم نہ رہو گی تو میں بھی معدوم ہو جاؤں گا۔ سوچو کہ اگر کبھی تقدیر ہم کو جدا کر دے تو میری زندگی کیسی ہو جائے، مجھے یقین ہے میں پاگل ہو جاؤں گا اور گلیوں میں مار مارا پھروں گا۔ اب سوچتی ہوں کہ ان کو اسی بات کی سزا ملی کہ انہوں نے مجھ سے بے تحاشا کیوں محبت کی؟ میرا کیوں اتنا بھروسہ کیا کہ انسان بہت زیادہ بھروسے کی چیز نہیں ہے۔ ہماری شادی کو ایک ہی ماہ گزرا تھا، سہیلیاں مجھ سے میرے دولہا کے بارے میں کرید تیں تو میں ان کو طاہر کی کہی باتیں سناتی۔ وہ ہنس پڑتیں، کہتیں۔ نادان! بھلا تو مرد ذات کو کیا جانے، یہ تو ہوتے ہی ڈرامہ باز ہیں۔ خوبصورت مکالمے تو ان کے ذہن میں اس طرح جنم لیتے ہیں جیسے چراغوں میں روشنی پھوٹتی ہے۔ نادان! دو چار دن کی دلہن تو نئی نوبلی ہوتی ہے اور نئی کے نو دن، ذرا پرانی ہو جاؤ پھر پوچھیں گے تم سے ان کا حال۔ شادی کو چھ ماہ گزرے، سال گزر گیا، وہ پھر بھی نہ بدلے بلکہ محبت اور بھی بڑھ گئی۔ قرب نے پیار کے بندھن اور مضبوط کر دیئے۔ مجھے سہیلیوں کی باتیں جھوٹی اور حاسد لگنے لگیں۔ طاہر واقعی مجھ سے ایسی محبت کرتے تھے کہ میں نگاہیں پھیروں گی تو یہ دیوانے ہو جائیں گے۔ انہی دنوں طاہر کا خالہ زاد راحت ہمارے گھر آکر ٹھہرا۔ اس کا میرے ساتھ دیور کا رشتہ بنتا تھا۔ وہ مجھے بھابھی کہتا تھا اور میں اس کو نام سے ہی بلاتی تھی۔ دو چار دنوں میں کھل گیا کہ دیور بھابی کا رشتہ مذاق کا بھی ہوتا ہے۔ راحت چونچال طبیعت کا ایک لا ابالی نوجوان تھا۔ دلچسپ باتوں سے ہر وقت ہنسنے ہنسانا اس کا مشغلہ تھا۔ وہ ذرا جو گھر سے باہر چلا جاتا، مجھ پر چار دیواری کا بوجھ بڑھ جاتا اور گھر کی دیواریں تنہائی کا احاطہ معلوم ہو تیں۔ طاہر سیلف میڈ آدمی تھے۔ ان کے ماں باپ وفات پاگئے تھے، کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ وہ پہلے سے محنتی تھے، مجھ سے شادی کے بعد اور زیادہ محنتی ہو گئے۔ وہ میرے لئے ہی تو محنت کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ زندگی کے سکھ اور خوشیوں کے اسباب اکٹھے کر سکیں۔ صبح کو کئے، شام کو گھر لوٹتے۔ راحت کے آنے سے پہلے میں اکیلے گھر میں پل پل کے گزرنے کا حساب رکھا کرتی۔ جب سے وہ ہمارے گھر رہنے لگا تو اس تنہائی کو زبان مل گئی۔ اس کی مزیدار ہنسنے ہنسانے والی باتیں میرے دل کو ایک طرح سے لہانے لگیں۔ راحت کی ہمارے شہر میں ملازمت ہو گئی تھی۔ اس کی رہائش کا مسئلہ تھا تبھی طاہر نے کہا کہ تم کیوں رہائش ڈھونڈ رہے ہو، میرا اتنا بڑا گھر خالی پڑا ہے، اب یہیں رہو اور جہاں بھی رہو گے کھانے پینے کا مسئلہ ہو گا، کب تک ہو ٹلوں کا کھانا کھائو گے۔ طاہر نے تو نیکی کی، اس کو کیا خبر تھی کہ نیکی گلے پڑ جائے گی۔ راحت صبح سات بجے چلا جاتا تھا اور دو بجے تک لوٹ آتا جبکہ طاہر رات گئے آتے تھے۔ وہ کارخانے کی دیکھ بھال بھی کرتے تھے اور مال کاریگروں سے بنوا کر سیلائی بھی کرتے تھے۔ سال بھر کی رفاقت میں راحت کی تعریفوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ میں شادی کے بعد ساتھی کے ایک نئے مفہوم سے آشنا ہوئی۔ میں نے جانا کہ زندگی کے ساتھی اور روح کے ہم سفر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ وہ سماجی رشتہ ہے اور یہ دلی رشتہ ہے۔ کچھ خوش قسمت جوڑوں میں سماجی رشتے میں ہی دلی رشتے کی مٹھاس بھی میسر آ جاتی ہے اور کچھ بد قسمتوں کو ایک ساتھ رہ کر بھی ساتھی کے ساتھ کا مدھر احساس نہیں ملتا۔ اس قسم کے احساسات اگر میرے ہی دل میں جاگتے تو شاید زندگی جبر و اختیار کے بوجھ تلے دب کر جوں توں گزار لی جاتی۔ یہ احساس راحت کے دل میں بھی جلتے رنگ بجائے لگا تھا۔ پھر یہ جلتے رنگ منہ زور طوفان کی صورت اختیار کرنے لگا۔ ایسی صورت میں کبھی کبھی اس آرزو سے آنکھیں چرانا مشکل ہو جاتا جو شجر ممنوع کی طرح ہلاکت خیز ہوتی ہے۔ ہمارے رویے بدلنے لگے، طور اطوار سے کچھ انہونی باتیں جھلکنے لگیں، ہمارے رویوں نے چغلی کھائی۔ طاہر نے بھی ایک دن جان لیا کہ اس کے گھر کے اندر دو اپنوں نے کسی کو غیر قرار دے دیا ہے۔ رفتہ رفتہ بہت چھپانے پر بھی وہ احساسات عیاں ہو گئے جن کو کوئی غیرت مند شوہر برداشت نہیں کر سکتا۔ طاہر نے پہلے خفگی دکھائی پھر سختی برتی اور طلاق کی دھمکی دے دی۔ یہ دھمکی ان کا سب سے ناکام حربہ تھا۔ اس نے جان لیا کہ اس کی بیوی کسی اور کو پسند کرنے لگی اور طلاق کی دھمکی اب اس کی کھلی شکست تھی جس کا واقع ہونا اس کی مردانگی کی موت تھا تبھی اس نے بے بس ہو کر آخری دانہ آزمایا اور میرے قدموں میں سر رکھ دیا، رورو کر منتیں کیں التجا کی، ہاتھ جوڑے۔ کہا۔ شہنشاہ! مجھے بریاد نہ کرو اگر مجھ کو ٹھکراؤ گی تو میں مر جاؤں گا، اس کے بعد یا تو ظلم کی تصویر بن کر اس کائنات پر یوں پھیل جاؤں گا کہ تم سکون سے باقی ماندہ زندگی کو جی نہ سکو گی یا پھر میں پاگل ہو کر گلیوں میں آوارہ پھروں گا۔ نجانے یہ کیا ردعمل تھا۔ اگر وہ میرے والدین کو میرا احوال سناتا تو وہ مجھے کو جبراً اس کی بیوی رہنے پر مجبور بھی کر لیتے لیکن اس نے اس تشدد کو بھی پسند نہ کیا۔ اس کا یہ بے بس روپ میرے لئے ایک منفی احساس بن گیا۔ اب میرے دل میں نہیں، نہیں کی ضد نے سمندر بن کر ایسا شور مچایا کہ جس میں اس کی ہر التجا، ہر منت، ہر آواز نہ گئی۔ اس کی محبت میری نظروں کے سامنے ایک مردہ تن بن کر پھولنے لگی۔ میں خود کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی لیکن مجھ میں سمائے تمام جذبوں نے مل کر ایک ساتھ محاذ بنالیا کہ اب میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔ مجھے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا، تب میں نے طاہر کے ساتھ ایسا اہانت آمیز سلوک کیا کہ وہ اگر مجھ سے اس قدر محبت نہ کرتا تو میرا آگلا ہی دبا دیتا لیکن مجھے کوئی گزند پہنچائے بغیر صبر کیا اور خاموشی سے میری زندگی سے چلا گیا۔ اس نے مجھے شادی کے بندھن سے آزاد کر دیا تاکہ میں اپنی خوشی اور مرضی

گزارى اور پھر سے جى سكون مگر ايسا كر كے وہ خود جيتے جى مر گيا. عدت كى مدت بهى ميں نے طاہر كے گھر پر راحت سے نكاح كر ليا. گویا ہم دونوں نے طاہر كو روندتے ہوئے ايک دوسرے كو پاليا. بمارى روحيں جو ايک دوسرے كے لئے بے چين تھیں، ان كو قرار آ گيا. قدرت كا نظام اور طرح كا بے اور انسان كى سوچیں۔ اور ميرى نظر ميں قدرت كا نظام یہ ہے كہ جو دوسروں كى خوشياں مسمار كر كے اپنے محل تعمير كر ليتے ہيں ، وہ محل زيادہ دنوں تك باقى نہيں رہتے ، بمارے ساتھ بهى بھى ہوا۔ جلد ہی محبت كے محل ريت كے گھروندوں ميں بدل گئے۔ احساس ندامت كى چٹان پاش پاش ہو كر ہم دونوں پر گرى كہ ہم اس كے نيچے دب كر ريڑھ ريڑھ ہو گئے۔ طاہر آخر راحت كا بھائى تھا۔ عورت كى محبت وقى ثابت ہوئى اور خون كے رشتے نے ديرا پونے كا ثبوت ديا۔ اب راحت اٹھتے بيٹھتے مجھے برا بھلا كہنے لگا۔ خود اس جرم ميں برابر كا شريك ہو كر بهى مجھ اكيلى كو مجرم گردانتا تھا اور خود كے كئے كى سزا بهى مجھ كو دينے لگا۔ محبت كا خمار اترنے ہی مجھے پر لعنت بھيجنے لگا اور بھائى كى خوشيوں كا قاتل كہنے لگا۔ كہتا كہ اے گھٹيا عورت ! تو نے عورت كى عظمت كو پارہ پارہ كر ديا اور مجھے بهى احسان فراموش بنا ديا۔ تو اس لائق نہيں كہ كوئى تجھے اپنى شريك حيات بنائے، ميں كس قدر بد نصيب مرد ہوں كہ تجھ جيسى گرى ہوئى عورت كو اپنى بيوى بناليا۔ شايد ہم ميں طلاق ہو جاتى ليكن شادى كے تين سالوں ميں ہی بچے بمارے درميان ايک ايسا معاہدہ بن گئے كہ جس كو توڑ ڈالنا بمارے بس كى بات نہ لگتى تھى۔ اب ميں اس وقت كو كوستى جب ميں نے طاہر كو نا قابل برداشت اذيت كے الانو ميں دھكيلا تھا اور جذبات كى جھوٹى جنت بنائى تھى۔ راحت ان گھڑيوں پر لعنت بھيجتا تھا، جب اس نے ايک عورت كى خاطر اپنے بھائى كا گھر ڈھايا، اس كے ارمانوں كا خون كر ديا اور اس كى عزت پر ڈاكو بن كر ٹوٹا تھا۔ كچھ عرصہ طاہر كو كہيں قرار نہ آيا۔ وہ بھٹكتا پھرا اور پھر تنگ آكر بمارے ہی كوچے ميں لوٹ آيا كيو نكہ اس كا مكان بهى اسى گلى ميں تھا۔ وہ ديوانہ سا بمارى گلى ميں بيٹھا رہتا جس پر محلے كے لوگ رحم كھاتے تھے۔ محلے كے لڑكے اس كو پتھر مارتے تو وہ نجانے كس كو بد دعائیں ديا كرتا، منہ ہی منہ بڑبڑاتا، جاتے كيا كہتا رہتا كہ اس كى مہمل باتيں كسى كى سمجھ ميں نہ آتى تھیں ليكن ہم دونوں خوب جانتے تھے كہ وہ كيا كہتا ہے۔ ہر كہانى كا كوئى نہ كوئى انجام تو ضرور ہوتا ہے، ميرى كہانى كا بهى ہوا۔ ايک روز راحت مجھ سے لڑ كر گھر سے چلا گيا، واپس آيا تو اس كے بازوؤں پر اس كے بھائى كى لاش تھى۔ طاہر ديوانہ سڑك پر مردہ پڑا ہوا تھا، پھٹے ہوئے كپڑوں سے بدبو آ رہى تھى، سر كے بال الجھے ہوئے تھے اور جيب ميں نشے كى پڑياں تھیں جن كى وجہ سے اس كى ايسى حالت ہو گئى تھى۔ راحت نے روتے روتے كہا۔ اے بے غيرت عورت ! یہ ديكھ ، مير ا بھائى مر گيا ہے ، اس كى ماں نہ صرف ميرى سگى خالہ تھى بلكہ یہ مير ا دودھ شريك بھائى بهى تھا۔ قاتلہ ! اب اس كى موت پر آنسو نہ بہا۔ اگر اپنى بے وفائى كا ازالہ كرنا ہی چاہتى ہے تو خود كشى كر لے كہ تيرى روح اس كى روح كے آگے شرمندہ ہو جائے اور اس كو سكون مل جائے۔ راحت نے ہی اس لاوارث كے كفن دفن كا انتظام كيا اور اس كے بعد وہ گھر سے چلا گيا۔ راحت كى عادت تھى وہ ايسے ہی ناراض ہو كر گھر سے چلا جاتا تھا، دو ايک روز بعد بچوں كا خيال كر كے لوٹ آتا ليكن اس روز جاتے مجھے كيا ہوا كہ اس كے خود كشى كے طعنے پر ميں نے خود كو كمرے ميں بند كر كے آگ لگالى۔ ميں سمجھتى تھى كہ مر جانوں كى تو اسے بهى راحت مل جائے كى اور اپنے بچے بهى خود سنبھال لے گا مگر ايسا نہ ہوا۔ جو نہى ميرى چيخیں بلند ہوئیں، مير ا بيٹا بھاگ كر پڑوسيوں كو بلالا يا اور انہوں نے كھڑكى كے ذريعے كمرے ميں داخل ہو كر ميرے جلے ہوئے وجود كو اسپتال پہنچا ديا۔ راحت كو بهى ميرے جلنے سے اذيت ہوئى۔ دن رات ميرى ديكھ بھال كى۔ زندگى تھى ، بچ گئى۔ اب مجھ سے وہ آنكہ نہيں ملاتا۔ كہتا ہے كہ ميں نے تو ايسے ہی كہہ ديا تھا۔ تم نے سچ مچ كر دكھايا۔ شكر ہے كہ اللہ نے ميرے بچوں پر رحم كيا، تم بچ گئى ہو ورنہ تو ميں بهى جان دے ديتا، اب جو ہوا بھول جاؤ ، ہم پر بچوں كى ذمہ دارى ہے اور اب ان كى خاطر زندہ رہنا ہے۔ سب كہتے ہيں كہ زندہ بچ گئى ہو تو زخم بهى اچھے ہو جائیں گے ، مگر ميں كہتى ہوں جلى ہوئى روح كے زخم كيهى اچھے نہيں ہوتے۔[